شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

نابغۂ روزگار نمونۂ اسلاف

قدوۃ الانام کی وفات سے قصرِ ملت پر گویا زلزلہ آ گیا

مولینا منیب الرحمٰن صاحب حیدرآبادی

رہا مرنے کی تیاری میں مصروف
میرا کام اس دنیا میں تھا کیا

موت کے قانون سے نہ کوئی نبی مستثنیٰ ہے نہ ولی نہ عالم، نہ جاہل نہ نیک نہ بد نہ شاہ نہ گدا۔ اپنے اپنے وقت پر سبھی گئے اور سب ہی کو جانا ہے۔ لیکن جانے والوں میں ایسے خوش بخت ہوتے ہیں، مجروح قلوب ان کے انفاس سے مرہم شفا پاتے ہیں۔ ان کی دید دل کو مسرور اور آنکھوں کو نور عطا کرتی ہے۔ ان کے دنیا سے چلے جانے پر دنیا کے قصرِ ملت پر زلزلہ آ جاتا ہے۔ یقیناً امتِ مرحومہ کے لیے یہ ناقابلِ تلافی نقصان ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا فرماتے ہیں شمائل ترمذی کی مذکورہ حدیث کے ترجمہ کے بعد:۔

انا فرط لامتی لن یصابوا بمثلی

"واقعی یقیناً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی ایسی ہی چیز ہے کہ ماں باپ، اعزہ و احباب، بیوی، اولاد، ہر شخص کی جدائی اور وفات کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ اسی لیے حدیث میں آیا ہے کہ جب کسی شخص کو کوئی مصیبت پہنچے تو میری جدائی کی مصیبت سے تسلی حاصل کرے۔ اور یہی سوچے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مفارقت کو صبر کر لیا تو اس کے مقابلہ میں یہ کیا حقیقت رکھتی ہے۔ (شمائل ترمذی ص۳۶۶)

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق قدس سرہٗ جن کے بارے میں بجا طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ ہمارے اسلاف کی چلتی پھرتی زندہ مثال تھی اور یہ ہمارے اکابر کی تصویر ہیں۔ یہ اسلامی علم و عمل کے حسین پیکر ہیں۔ جنہیں دیکھ کر خدا یاد آ جاتے۔ ان کے چلے جانے سے علماء کی برادری یتیم ہو گئی اور عوام کی ایک متاعِ عزیز لٹ گئی۔ اور ان کے دنیا سے چلے جانے سے دنیا میں ایک ایسا شگاف پڑ گیا ہے جس کا اب پیدا ہونا اور پُر ہونا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جو ہمہ وقت ذکر الٰہی میں مصروف رہتے ہیں۔

اور ان کے دنیا میں صرف دو ہی مقصد تھے جیسے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام لے کر دنیا میں تشریف لائے اور ہدایت کو عام و تمام فرمایا۔ من جملہ بنیادی طور سے جو کام کرتے ہیں۔

۱۔ تعلیم کتاب ۲۔ تزکیہ نفوس، جس کا حاصل یہ ہے کہ مخلوق کو خالق سے جوڑنا۔ جو منشار خداوندی ہے۔

بالفاظ دیگر دن میں انتھک محنت و کوشش کر کے امت کے بگڑے ہوئے دھارے کو رحمت خداوندی کے دہانے پر لانا۔ اور رات کو اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑا کر اللہ کی رحمت کو مخلوق کی طرف متوجہ کرنا۔

یہ وہ مقدس ہستیاں ہیں جنہیں دیکھ کر دنیوی جاہ و حشمت کے ایوانوں کے قصر میں زلزلہ آ جاتا ہے۔ ان کے ناموں کو سن کر باطل قوتیں گھبرا جاتی ہیں۔ اور وہ اپنے ناپاک عزائم کی تکمیل سے ہمت ہار بیٹھتے ہیں۔ جہاں کا یہ رخ کریں۔ امن و سلامتی کی ہوائیں بادِ صبا کی طرح چلنے لگیں۔ ان کے ہر قول و عمل میں ایک ضابطۂ حیات ہوتا ہے۔ ان کے پاس ایک گھڑی بیٹھنے سے دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کی طرف توجہ ہوتی ہے۔ ان سے باتیں کرنے کے بعد دل کی دنیا بدل جاتی ہے۔ ان کی نظر کیمیا نیک لوگوں پر پڑے تو ان کی اچھائیوں میں دوگنا اضافہ ہونے لگتا ہے۔ اور قابلِ اصلاح لوگوں پر پڑے تو ان کی اصلاح و فلاح کی امید کی جانے لگتی ہے۔

ان کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد زمین و آسمان میں ناگہانی موت کی خبر موت کی صدائیں بلند ہوتی ہیں۔ ان کے نظر و فکر کے ارتقاء کا اندازہ ہم جیسے کیا جانیں۔ ہماری سوچ کی معراج سے بہت اوپر سے ان کے نظر و فکر کی ابتدا ہوتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ ان کی نظیر عالمگیر اور کیمیا گر ہوتی ہے۔

امت مرحومہ کو ایسے ہی لوگوں کی ضرورت ہوتی ہے جو زندگی میں پیش آمدہ حالات کے نازک سے نازک موڑ پر ان کے دست گیر ہوں۔ خواص کو ان کے مشوروں کی ضرورت ہوتی ہے اور عوام کو ان کی راہ نمائی کی حاجت ہوتی ہے۔

ایسی جامع شخصیات جب اس دنیا سے رخصت ہو جائیں تو تمام مکاتب فکر کا متفکر ہو جانا ایک امر واقعی ہے۔ بعض اوقات غیر مسلم بھی ان کی جدائی سے اشک بار ہو جاتے ہیں۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق قدس اللہ سرہٗ نے تمام عمر عزیز اشاعت دین و توحید باری تعالیٰ میں کھپائی اور اس کا خوب حق ادا فرمایا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا وجودِ مسعود گرتے پڑتے لوگوں کا ایک سہارا تھا۔ اب جب کہ حضرت اس دنیا فانی سے عالم جاودانی کی طرف چلے گئے، بے سہاروں کا کیا ہوگا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے کتنے ہی دل زخم خوردہ ہوئے اور کتنوں ہی نے اس صدمہ کو برداشت کیا۔ اللہ تعالیٰ امتِ مرحومہ کو اس صدمہ و رنج کے صبر کرنے پر اجر جزیل عطا فرمائے۔ اب پس ماندگان کو چاہیئے حضرت رح کی تعلیمات اسلامی کو منصۂ شہود پر لائیں اور حضرت رح کی خدمات، تالیفات افادات سے امت کو روشناس کرائیں۔

منجملہ حضرات کے کچھ ابتدائی حالات اور ماہنامہ "الحق" میں مذکور منتخبات پیش خدمت ہیں۔ واللہ ھو الموفق۔

ولادت اور ابتدائی تعلیم :۔

حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۱۲ء یا ۱۹۱۴ء میں اکوڑہ خٹک میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا نام الحاج معروف گل رح ہے اور دادا کا نام الحاج میسر آفتاب ہے۔ ان کا پیشہ زراعت اور تجارت رہا۔ مولانا نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر پر اپنے والدین سے اور اکوڑہ خٹک کے ایک عارف باللہ بزرگ حاجی قصاباں اور ممتاز بزرگ مولانا عبدالقادر صاحب سے حاصل کی۔ آٹھ سال کی عمر میں تعلیم کے لیے قصبہ اکھوڑی (کیمبل پور) کا پہلا سفر کیا۔ اس زمانہ میں مشہور مجاہد حاجی صاحب تنگ زئی کبھی کبھی اکوڑہ خٹک آکر ان کے والد صاحب سے ملتے تھے۔ اس طرح آپ بھی بچپن میں ہی ان سے مستفید ہوتے رہے۔

اس کے بعد صوبہ سرحد کے مختلف مقامات طورو وغیرہ کے جید علماء سے ابتدائی کتابیں پڑھتے رہے۔ تا آنکہ آپ نے بارہ (۱۲) شوال ۱۳۴۷ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لے لیا۔ وہاں درس نظامی کے اکثر علوم و فنون کی تکمیل کی۔ ۱۳۵۲ھ میں سند فارغ التحصیل کی حاصل کی۔ آپ کے ممتاز اساتذہ میں سے چند کے نام یہ ہیں :۔

حضرت مولینا حسین احمد مدنی، مولانا اعزاز علی صاحب رح، مولینا مشتاق احمد کانپوری رح، علامہ محمد ابراہیم بلیاوی رح، مولانا اصغر حسین رح، مولانا رسول خان وغیرہ۔

تدریس و تلامذہ :۔

دیوبند سے فراغت کے بعد آپ نے اپنے گھر پر کئی سال تک عربی علوم و فنون کی اعلیٰ کتابوں کا درس دیا اور کچھ عرصہ بعد دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ کے اصرار پر دارالعلوم میں تدریس کی ذمہ داری سنبھالی اور بہت جلد اسلامی علوم کے درجات عالیہ کی کتابیں پڑھانے لگ گئے۔

دارالعلوم حقانیہ کی تاسیس :۔

۱۹۴۷ء میں تقسیم کے فوراً بعد اکوڑہ خٹک میں دارالعلوم حقانیہ کی بنیاد رکھی جو نہایت تیزی سے پاکستان کے سب سے بڑے مدرسہ کی شکل اختیار کر گیا۔

دیگر حالات و خدمات :۔

۱۹۵۲ء میں آپ نے سفر حج و زیارت کیا۔ ۱۹۶۸ء اور ۱۹۶۹ء میں مشرقی پاکستان کے سفر کیئے اور اہم شہروں میں خطاب کیا۔ دارالعلوم حقانیہ میں آپ سے شرف تلمذ حاصل کرنے والے فضلاء نے یہاں سے فارغ ہو کر ملک و بیرون ملک میں جو مدارس چھوٹے بڑے مکاتب اور ادارے قائم کیئے۔ ان کی تعداد پانچ سو ہے (اب اس سے بڑھ گئے ہیں)

بیعت و ارشاد :۔

تصوف و سلوک اور وعظ و ارشاد کے میدان میں اس وقت آپ بقیۃ السلف ہیں۔ اولاً آپ حضرت حاجی صاحب ترنگ زئی رح سے بیعت ہوئے۔ ان کے انتقال کے بعد آپ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رح سے بیعت ہوئے اور انہی سے مراحلِ سلوک طے کیئے۔

سیاسی خدمات :۔

آپ نے قیام پاکستان سے قبل اپنے اساتذہ کے دوش

بدوش جنگ آزادی میں اہم کردار ادا کیا - قیام پاکستان کے بعد ملک کی تعلیمی و دینی اور آئینی خدمات میں ہر موقعہ پر پیش پیش رہے -

۱۹۷۰ء میں آپ علماء کے اصرار پر الیکشن میں کھڑے ہوئے نیشنل عوامی پارٹی کے اجمل خان خٹک اور پیپلز پارٹی کے نصر اللہ خٹک کے مقابلہ میں قومی اسمبلی کے لیے بھاری اکثریت سے منتخب ہوئے۔ اس اسمبلی میں آپ نے ملک کے تعلیمی، سیاسی، سماجی اخلاقی، معاشرتی اور معاشی ہر پہلو سے متعلق قرارداد، سوالات اور تحاریک التواء پیش کیں -

اصلاحی و سماجی خدمات :-

آپ نے اکوڑہ خٹک اور اس کے گرد و نواح سرحد کے علاقوں میں شادی بیاہ کی رسومات کی اصلاح کے لیے ایک زوردار تحریک چلائی۔ مروجہ بدعات و رسومات کا علمی و اصلاحی مقابلہ کیا۔ آپ کی اس تحریک سے مروجہ رسوم و بدعات کا خود بخود قلع قمع ہوا۔

تصنیفی خدمات :-

ترمذی شریف اور بخاری شریف پر آپ کے فاضلانہ املائی مباحث کئی ہزار صفحات پر مشتمل ہیں۔ اس وقت اردو اور عربی میں زیر تالیف ہیں۔ جنہیں آپ کے فرزند مولانا سمیع الحق مدظلہ نے ضبط کیا ہے۔ آپ کے خطبات، مواعظ، ملفوظات کا مجموعہ دعوات حق کے نام سے شائع ہوا ہے۔ اور قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ سے آپ کی پارلیمنٹ کی سرگرمیوں اور کارناموں کا مجموعہ ہے۔

ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگری :-

پشاور یونیورسٹی نے آپ کے عظیم علمی و دینی خدمات کے پیش نظر آپ کو ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگری (ڈاکٹر الہیات) کی دی۔

وفاق المدارس کی سرپرستی :

آپ وفاق المدارس العربیہ کے بانی ارکان عاملہ میں سے ہیں، ایک عرصہ تک وفاق المدارس العربیہ کے نائب صدر رہے اور حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعد وفاق مذکور کے سرپرست اعلیٰ مقرر ہوئے جس میں تقریباً تین سو مدارس شامل ہیں۔

دارالعلوم دیوبند کی تاسیس :-

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں جب انگریز غالب ہوئے - اور مغربی تہذیب کی یلغار نے مسلمانوں کے قومی و ملی ورثہ کو لوٹنے کا رویہ اختیار کیا تو مولانا محمد قاسم نانوتوی اور ان کے مخلص رفقاء نے دیوبند میں ایک دینی مدرسہ "دارالعلوم" کی بنیاد رکھی۔ انار کے درخت کے نیچے، ایک طالب علم، ایک استاد، مدرسہ کا افتتاح ہو گیا۔ دنیا مسکرائی تھی کہ یہ کیا ہو رہا ہے - یہ کیا انقلاب لائیں گے - مگر آج ہم دیکھتے ہیں۔ جہاں جائیں گے دارالعلوم دیوبند کے فضلاء یا ان کے تلامذہ کا فیض پاؤ گے - ہر گلی، ہر کوچہ میں آپ کو کلمہ گو ملیں گے - جو علماء دیوبند کے عقیدت مند ہوں گے - ہمارے اکابر نے سستی نہیں کی۔ غفلت سے کام نہیں لیا۔ ہر موقع اور بروقت قدم اٹھایا - اور آج اللہ کریم نے ان کی ہمت و محنت قبول فرمالی -

اگر دارالعلوم دیوبند کا دینی مدرسہ قائم نہ ہوا ہوتا۔ علماء دیوبند کی دینی و قومی اور ملکی و ملی خدمات نہ ہوتیں۔ اس ملک میں دین اسلام کا حقیقی حلیہ بھی موجود نہ ہوتا۔ تقسیم ہند کے بعد پاکستان میں بھی اکابر علماء دیوبند کے تلامذہ نے دارالعلوم دیوبند کے نقشہ کے مطابق دینی مدارس قائم کیے - اور آج تک بحمد للہ جوں کا توں اسلام باقی ہے اور دین کی خدمت ہو رہی ہے

دینی مدارس اور ملک و ملت کی بقاء :-

آج ہمارا ملک محفوظ ہے - ہماری اسلامی اور تاریخی روایات محفوظ ہیں۔ یہ سب دینی مدارس اور اکابر علماء دیوبند کی برکتیں ہیں۔

"آج دین محفوظ ہے، قرآن محفوظ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث محفوظ ہیں - اسلام باقی ہے تو یہ مساجد اور مدارس اور ان کے خدام کی برکت ہے - تعلیم و تعلم اور درس و تدریس کی برکت ہے -

اگر آج علماء، طلباء اور مساجد و مدارس نہ ہوتے تو روس جیسی ظالم اور جابر طاقت کا مقابلہ کون کر سکتا تھا - اگر مدارس نہ ہوتے تو علماء نہ ہوتے تو ہمیں بسم اللہ کون سکھلاتا۔ نماز کس سے سیکھتے۔ قرآن کون پڑھاتا۔ ماں بہن کی تمیز کیسے ہوتی - اور انسانیت کو شرافت کون بخشتا - خدا تعالیٰ ہم سب کو اپنی رضا سے نوازے اور زیادہ سے زیادہ خدمت و اشاعت دین کے مواقع فراہم فرمائے -

دینی مدارس وقت کی اہم ضرورت :۔

برصغیر پاک و ہند پر برطانوی سامراج کے تسلط کے بعد دینی علوم اور اسلامی فنون کی تعلیم و ترویج کا سلسلہ درہم برہم ہوگیا۔۔۔۔۔ ان اکابر وقت نے نہایت نازک صورتحال کا بروقت اندازہ لگایا اور برصغیر کے طویل عہد غلامی و استبداد کے باوجود علوم دینیہ کی ترویج و اشاعت کا سلسلہ جاری ہوگیا اور اسلامی تہذیب و تمدن کا علمی اثاثہ علوم اسلامیہ کی شکل میں محفوظ ہو گیا۔ ان علمی مراکز سے ہزاروں علماء رجال کار نکلے۔ جنہوں نے برصغیر میں اشاعت کتاب و سنت کے ساتھ ساتھ آزادی وطن، جہاد حریت، اصلاح معاشرہ اور تنظیم امت کے کاموں میں شاندار قائدانہ کردار ادا کیا اور بالآخر ان کی مساعی سے جب ملک آزادی سے ہمکنار ہوا تو دینی اثاثہ ان مدارس کی بدولت محفوظ تھا اور یہ سرزمین دینی لحاظ سے تاشقند و بخارا، اسپین اور چینی اور ترکستان جیسے المناک حالات سے دو چار نہ ہوئی۔

پاکستان کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے ہمارے یہ دینی مدارس اور دارالعلوم اسی سلسلۃ الذہب کی کڑیاں ہیں۔ جو اس امانتِ الٰہی کی پرچار اور اسلامی صداقتوں کی اشاعت میں شب و روز مشغول ہیں۔ اور ان ہی مدارس کے دم سے پاکستانی قوم کا تشخص اور اسلامی حمیت قائم و دائم ہے۔

دینی مدارس کو نقائص سے دور رکھا جائے :۔

ان مدارس کو جو کارخانہ حیات انسانی کے رشد و ہدایت کے حقیقی سرچشمے ہیں۔ ان تمام تعلیمی، انتظامی، اخلاقی اور معاشرتی نقائص سے اجتماعی طور پر دور رکھنا بھی اہم ترین مطمع نظر تھا۔[1]

دینی مدارس کے تین اہم شعبے :۔

مدارس کے تین اہم شعبے ہیں۔ حضرتؒ نے وفاق المدارس کے موقع پر خطبہ استقبالیہ میں درج ذیل شعبوں کے متعلق فرمایا۔

۱۔ تعلیم ۲۔ تربیت

۳۔ نظم و نسق و باہمی تنظیم

ان تینوں شعبوں کے متعلق فرمایا۔ چند گزارشات کرنا چاہتا ہوں کیونکہ ہماری شامت اعمال سے اس وقت یہ تینوں شعبے انحطاط کا شکار ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہمارے مدارس سے ہمارے اسلاف کے نمونے پیدا نہیں ہو رہے ہیں۔ الا ماشاء اللہ۔ اور عامۃ المسلمین کا اعتماد ان مدارس سے اور یہاں سے فارغ ہونیوالے علماء کرام سے روز بروز کم ہوتا جا رہا ہے۔ مدارس کی طرف طلبہ کا رجوع بھی کم ہے۔ کیونکہ جو لوگ سرکاری نظام تعلیم کے مصارف برداشت کر سکتے ہیں وہ اپنی اولاد کو ان مدارس میں بھیجنے سے اس لئے گریز کرنے لگے ہیں کہ ان کو یہاں کی تعلیم و تربیت پر اعتماد نہیں ہے۔ حتیٰ کہ اب تو بہت سے علماء کرام اور دینی مدارس کے مدرسین بھی اپنی اولاد کو دینی مدارس میں بھیجنے سے گریز کرنے لگے ہیں۔ اگر خدانخواستہ ہمارے مدارس میں تعلیم و تربیت کا انحطاط اسی طرح کچھ عرصہ اور جاری رہا تو ان مدارس کا بقا ہی خطرے میں پڑ جائے گا۔[2]

علماء کی قربانیاں، مخالف دشمن :۔

فرمایا! دوسرے ممالک جہاں دین کے مراکز تھے۔ مگر آج وہ اوروں کے خوشہ چین ہیں۔ روس، سمرقند و بخارا کی مثال لیجئے وہاں جائیں تو دینی شعائر آپ کو کم ملیں گے اور یہاں محفوظ ہیں۔ باوجودیکہ ہمارا دشمن انگریز بہت قوی اور بڑا عیار تھا۔ مگر اس کی وجہ یہ تھی کہ علماء کرام میدان میں آئے۔ علماء نے قربانیاں دیں۔ سینکڑوں علماء سور کے چمڑے میں باندھ کر پھانسی پر لٹکائے گئے۔ مگر علماء حق نے دین کو نہ چھوڑا۔

شاہ عبدالعزیزؒ کا فتویٰ :۔

شاہ عبدالعزیز دہلوی نے میدان میں آ کر ہندوستان کے دارالحرب ہونے کا فتویٰ دیا۔ اس جہاد میں علماء کرام شہید ہوتے رہے۔ جلاوطن ہونے لگے۔ تعداد کم ہونے لگی تو دارالعلوم دیوبند، مظاہر العلوم سہارنپور اور اس طرح کے دیگر مدارس کی بنیاد رکھی گئی۔ انتہی۔

تو دین کی حفاظت چاہو تو ان مدارس کی آبیاری کرو۔ مدارس اور علم دین کی سرپرستی حکومتوں اور قوت و طاقت والوں نے نہیں جیسا کہ عیسائیت کی تبلیغ دولت اور حکومت کی رہینِ منت ہے۔

مدارسِ عربیہ اور حکومت کی شاطرانہ چالیں :۔

بے شمار مشن بھی یورپ سے تبلیغ کے لیے آتے رہے۔ مگر اسلام ان تمام مخالفتوں اور آلاتِ حرب و ضرب کے باوجود

باقی ہے۔ دارالعلوم دیوبند اور اس کے زمانہ کے دیگر مدارس عربیہ کی برکت تھی۔ حکومت یہ سمجھتی ہے کہ اس ملک میں جب تک یہ مدارس ہوں گے۔ اس کے شاطرانہ چالوں کو قطعاً غلبہ نہیں ہو سکتا۔[1]

ایوب خاں کا استعجاب :۔

ایوب خاں جیسے جابر حاکم نے جب دین میں مداخلت کے قوانین، آرڈی ننس کے ذریعہ نافذ کیے تو اس موجودہ وزیراعظم بھٹو نے اس کو مشورہ دیا تھا کہ جتنے مولوی ہیں ان کو پکڑ کر سولی پر چڑھا دو۔ محمد ایوب خاں نے اس دور میں کسی سے کہا تھا کہ ہم ایک دارالعلوم دیوبند کا واویلا کرتے تھے۔ اب تو پاکستان میں گھر گھر میں دارالعلوم بنا دیئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دین کی حفاظت کرتے ہیں۔ (انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون) لیکن وہ ہمارا امتحان بھی لینا چاہتے ہیں۔ کہ ان کی ہمتیں کتنی ہیں۔ بس یہ ہمارا امتحان ہے۔ اگر ہم نے اس وقت سستی کی، کچھ پرواہ نہ کی تو ہمارا بھی [illegible] انجام بھی ہو سکتا ہے [illegible] سخارا پر علماء، اور طلباء کا غلبہ تھا مگر غفلت [illegible] چند طلباء تاج کے لیے زندگی لائے، زندگی نے [illegible] نفس بو بخشیدم (میں نے اپنی جان تجھے دے دی۔ طالب علم نے کہا۔ قبول کردم[2]

مدارس دینیہ، سقوطِ بغداد :۔

جب ایسے سنگین واقعات رونما ہوئے تو دشمن نے قبضہ کیا۔ کہتے ہیں کہ دریائے دجلہ کتابوں سے بھر گیا اور پانی سیاہی بن گیا۔ عرصہ تک بغداد کی گلیوں میں مسلمانوں کا خون بہتا رہا۔ اس وقت ہم میں سے بھی کوتاہیاں ہیں۔ لیکن آج ہم ارادے سے جمع ہوئے ہیں کہ ان حالات کا ایمانی قوت سے مقابلہ کرتے رہیں[3]

عزمِ مُصمّم :۔

اگر کراچی کے کسی مدرسہ پر حملہ ہو تو سرحد والے سمجھیں کہ یہ حملہ ہم پر ہوا ہے۔ اور اگر وہاں کسی دور کے قبیلہ میں کسی مدرسہ پر حملہ ہو تو سب اس کے لیے کھڑے ہوں۔ اگر ہم اس راہ میں جیل جانے، گولی کھانے اور تختۂ دار پر چڑھنے کے لئے تیار ہوں تب فریضہ ادا ہوگا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تو حضورؐ کے ایک حکم ایک سنت تعمیل کے لیے اس بات پر تیار ہیں کہ درندے ہماری ہڈیاں بھی نوچ لیں تو بات نہیں ہے تو ان مدارس میں تو کل دین ہے۔ تو صدق دل سے اللہ کے ساتھ معاہدہ کر کے تیار ہوں اور تیاری کریں۔ انگریز اسی وجہ سے صدیوں میں دین کو ختم نہیں کر سکا[4]

عزمِ مُصمّم کا نتیجہ :۔

مسٹر جناح نے تہیہ کیا تو ملک کو الگ کر کے چھوڑا۔ تو ہم یہ تہیہ کیوں نہ کریں کہ ہمیں دین کا تحفظ ہر حالت میں کرنا ہے اور دین کے لئے مرمٹنے والے ہی تیار کرنے ہیں۔ جو حکومتوں کی پیش کش ٹھکرائیں گے۔۔۔۔۔ مگر ہماری غلطیوں اور کوتاہیوں کی وجہ سے امتحان سر پر آگیا ہے۔ یہاں ہم انابت الی اللہ کے ساتھ توبہ تائب ہوں کہ جتنا بھی ہو سکے جان و مال کی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے[5]

مولانا احمد علی لاہوریؒ کا دارالعلوم سے تعلق :۔

حضرت مولانا عبدالحق قدس اللہ سرہ نے فرمایا کہ حضرت لاہوریؒ کو اس دارالعلوم کے ساتھ جو قلبی تعلق اور خصوصی توجہ تھی اور مجھ ناچیز پر جو شفقت فرماتے تھے۔ میں کیا عرض کروں۔ یہ موجودہ بلڈنگ جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اس کی پشت پر نہ کوئی دولت مند ہے۔ نہ حکومت کا تعاون ہے۔ نہ رجال کار ہیں۔ بس چند افراد کا خلوص ہے۔ یہ کام اللہ چلا رہا ہے[6]

اکابر کی جدوجہد کا نتیجہ :۔

---

[1] ماخوذ از دعوات حق ج ۲ ص ۹۵ بنام مضمون برصغیر کے دینی تشخص کے بقاء میں علماء مدارس عربیہ کا حصہ"، اس میں سے مختصراً دو پیراگراف [1] تحفظ و اتحادِ مدارس عربیہ بمقام خیر المدارس ملتان میں اتحاد المدارس العربیہ کی تشکیل کے موقعہ پر کی گئی [2] واضح رہے کہ مذکورہ الفاظ سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے جو مزاح، مذاق میں بھی صحیح ہو جاتا ہے [3] تحفظ دینی مدارس عربیہ میں سے تلخیصاً کچھ حصہ ذکر کیا گیا ہے [4] سابقہ متعلقہ لاحقہ ہے۔ [5] محولا بالا۔ [6] مدارس عربیہ اور اس کے بوریہ نشین۔ ماخوذ از دعوات حق ج ۲ ص ۵۰۲ سے کچھ پیش خدمت ہے۔

جس ملک میں انقلاب آتا ہے - وہاں حالات بدل جاتے ہیں - حتیٰ کہ مذہب بھی بدل جاتا ہے..... دیوبند کے علماؤ فضلاً نے قرآن پاک کی ایک ایک آیت کی تفسیر اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی شرح لکھی ہے کہ اس کی نظیر نہیں ملتی - انھوں نے ہمارے لئے جواہرات کو نکھار دیا -

انقلاب زمانہ :-

اگر ۱۸۵۷ء میں مدرسہ دیوبند قائم نہ ہوتا تو جیسا کہ عراق ایران، مصر اور دیگر اسلامی ممالک میں اسلام نہیں - ہندوستان میں اسلام ختم ہو جاتا - جہاں الٹ پلٹ ہوتے ہیں - وہاں مذاہب بھی ختم ہو جاتے ہیں -

حضرت مدنیؒ کا ارشاد :-

ہمارے شیخ مدنیؒ فرماتے ہیں کہ اس وقت وہ طائفۂ حق ہندوستان میں ہے لیکن وہ بھی رخصت ہو رہا ہے [1]

اگر دین کے مراکز نہ ہوں تو اس ملک سے دین ختم ہو جاتا ہے - بے دینی آجاتی ہے - کیمونزم پھیل جاتا ہے - یہ ان بزرگوں کی فراست تھی کہ وہ یہ دیکھ رہے تھے کہ اس سے سارا عالم راہ ہدایت دیکھ سکتا ہے - ان بوریہ نشینوں، ان بھوکوں اور فقیروں نے امت پر وہ عظیم احسانات فرمائے ہیں کہ آج ہماری نظریں فرطِ ادب سے ان کے مقدس نام بھی لیتے وقت جھک جاتی ہیں - ابھی ابھی میں نے ایک جملہ سنا کہ پہلے ایک دیوبند تھا - اب ہر شہر میں دیوبند ہے [2] - خدا کرے کہ یوں ہی ہو..... تو پھر دین کے حصار جگہ جگہ بنانے چاہئیں - یہی دینی مدارس تو دین کے قلعے ہیں - یہ مدارس اگر ترکی، ایران، کابل میں ہوتے تو یہ حالت وہاں نہ ہوتی - آج چلا چلا کر یہ کہا جا رہا ہے کہ یہ کیا کہ ہر جگہ مدرسہ بن گیا ہے [3]

دارالعلوم حقانیہ کے متعلق حضرت مدنیؒ کی رائے عالی

اکابر نے آزادی کے فوراً بعد اس وادی غیر ذی زرع میں دارالعلوم حقانیہ کی داغ بیل ڈالی - ایک دفعہ یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک دفعہ حضرت مدنیؒ نے ان کو لکھا تھا کہ چاہے کچھ بھی ہو آپ حقانیہ کی سرپرستی فرماتے رہیں - اس مدرسہ کی بہیں ضرورت ہے - یہ مدرسہ دین کی حفاظت کے لیے ایک مرکز ہے -

پاکستانی مسلمانوں کا جذبہ :

بحمد للہ پاکستان میں دینی مدارس کی بدولت قرآن وحدیث کی صحیح ترجمانی ہو رہی ہے - اور اسلامی علوم کی نشر و اشاعت سے مسلمانان پاکستان میں روح اسلام موجود ہے - اور اسی اسلامی رشتہ ہی نے پاکستان کے مسلمانوں کو یکجا ہو کر باطل کے ظلم واستبداد کے سامنے سربکف ہو کر کھڑا کر دیا ہے - اور ملت پاکستانیہ نے پورے جوش وخروش سے کفر کو للکارا ہے اسے عبرت ناک شکست دی ہے -

پاکستان کے دینی مدارس و دیگر ممالک اسلامیہ کے مدارس عربیہ

پاکستان کے علاوہ اکثر دوسرے اسلامی ممالک علوم دینیہ سے نا آشنا اور بے گانہ ہوتے جا رہے ہیں - اسی لیے کہ ان میں دینی درسگاہیں مفقود ہیں - جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ان میں اسلامی رشتہ کا اتنا احساس باقی نہیں رہا اور قومیت کا بت ان کا معبود بن گیا ہے - اور اسلامی تہذیب و تمدن سے کوسوں دور ہو گئے ہیں - مسلمانوں میں جب حقیقی اسلام، قرآن وسنت کے علوم ناپید ہو گئے تو وہاں نہ دین رہے گا نہ اسلامی رشتہ اور نہ مذہب وملت کی حفاظت کے لیے جہاد کرنے کا جذبہ [4]

مدارس عربیہ کی خدمات :-

اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو دارالعلوم حقانیہ اور دیگر مدارس دینیہ کی اہمیت وضرورت اور بھی واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام اور اسلامی اقدار اور قرآن وسنت کی تعلیمات کے لیے بھی ادارے ہیں جو دن رات ملت مسلمہ کے دینی، مذہبی

---

[1] ایک حدیث میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دین قیامت تک باقی رہے گا - کوئی چاہے کتنا بھی اسلام کو مٹانے کیلئے کوشش کرے - ایک جماعت ہمیشہ حق پر رہے گی - [2] طائفہ حق مراد ہے از مرتب [3] یہ بات اس وقت کے صدر جناب محمد ایوب خاں نے کہی تھی [4] مضمون سابقہ سے متعلق ہے [5] مولانا عبید اللہ انورؒ جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری مراد ہیں - غالباً - جہاں کھیتی کا سامان نہ ہو یعنی جہاں سے ناہموار پہاڑ بیل بن گئی ہے [5] جہاد اور دینی تعلیم و مدارس کی اہمیت ماخوذ از دعوات حق ۵۰۶، ۲ میں سے کچھ منتخبات [6] مضمون ہذا سابقہ سے متعلق ہے - کذالک - [7] کذالک [8] غالباً حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ مراد ہوں گے -

عملی، تبلیغی خدمات سرانجام دینے میں مصروف رہتے ہیں اور امت کی امت کی رگوں کو قرآنی تعلیمات اور اسلامی روح سے شاداب و سرشار کر رہے ہیں۔ کوئی وقت ایسا نہیں گزرتا کہ علوم رسالت کے یہ مراکز علمی جہاد میں مصروف نہ ہوں [۱]

مدارس عربیہ، خدمات۔

ایسے نازک حالات کا سامنا دینی علوم اور دینی ادارہ کے بند کرنے یا اس کے تعلیمی مشاغل کو محدود کرنے سے تو نہیں کیا جا سکتا، بلکہ نازک وقت ہمیں اور ہمارے مخلص سرپرستوں اور سراپا خلوص و اخلاص اراکین کو زیادہ سے زیادہ توجہ، مستعدی اور جوش و خروش سے اس دینی مرکز اور دیگر دینی اداروں کے استحکام کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت کا احساس دلا رہا ہے [۲]

ارباب مدارس دینیہ اور طلباء۔

۱۔ تعلیم
۲۔ تربیت
۳۔ نظم و نسق اور باہمی تنظیم

میں حضرات علماء کرام اور مدارس دینیہ کے ان تینوں شعبوں کے متعلق ضروری گزارشات کرنا چاہتا ہوں۔ کیوں کہ ہماری شامت اعمال سے اس وقت یہ تینوں شعبے انحطاط کا شکار ہیں یہی وجہ ہے کہ آج ہمارے مدارس سے ہمارے اسلاف کے نمونے پیدا نہیں ہو رہے ہیں۔ الا ما شاء اللہ۔ اور عامۃ المسلمین کا اعتماد ان مدارس سے اور یہاں سے فارغ ہونے والے علماء کرام سے روز بروز کم ہوتا جا رہا ہے۔ اگر خدانخواستہ ہمارے مدارس میں تعلیم و تربیت کا انحطاط اسی طرح کچھ عرصہ اور جاری رہا تو ان مدارس کا بقا ہی خطرہ میں پڑ جائے گا [۳]

ان تینوں شعبوں کی اصلاح کے لئے اپنی بھرپور توجہ مرکوز کر دینی چاہیئے۔ جس کے لئے چند تجاویز پیش خدمت ہیں۔

۱۔ (الف) تعلیم

طلبہ کو بالکل ابتدائی تعلیم کے زمانہ ہی سے نوشت و خواند اور حساب کتاب سکھانے کا خاص اہتمام کیا جائے بلکہ ہو سکے تو قرآن کریم ناظرہ کے دوران ہی اس کا کسی حد تک آغاز کر دیا جائے

(ب) اسباق کی تیاری کے لیے اساتذہ کرام اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر عمل کرتے ہوئے وسیع مطالعہ کا اہتمام فرمائیں اور تحقیقی مسائل میں وہ معیار لانے کی کوشش فرمائیں، جو ہمارے اسلاف کا شعار رہا ہے۔

(ج) طلبہ کو مطالعہ، تکرار کا پابند بنایا جائے اور اس کی بطور خاص نگرانی کی جائے۔

(د) درس حتی الامکان اردو میں ہونا چاہیئے۔ تاکہ بعض طلباء اردو نہ جاننے کے باعث دوسرے مدارس کے طلبہ سے پیچھے نہ رہ جائیں۔

(ھ) مدارس کے ماحول میں زیادہ سے زیادہ عربی زبان کو رائج کرنے کی کوشش کی جائے۔ ادب عربی کے اسباق میں انشاء عربی کی مشق پر خصوصی توجہ دی جائے۔

ہمارے بزرگان دیوبند نے اردو کے علاوہ عربی زبان میں بھی ایسی نادر روزگار تصانیف چھوڑی ہیں، جنکو بلاشبہ گذشتہ صدی کا عظیم ترین علمی سرمایہ کہا جا سکتا ہے۔

(و) بعض مدارس تعلیمی سال کے آغاز پر اسباق بہت تاخیر سے شروع کرتے ہیں۔ اور بعض مدارس میں اختتام سال شعبان کے بجائے رجب ہی میں ہو جاتا ہے۔ بلکہ بعض مدارس میں تو نوبت جمادی الثانی تک آگئی ہے۔

(۲) تربیت

تعلیم جتنی زیادہ ضروری ہے، اتنی ہی بلکہ اس سے زیادہ اہم اور ضروری چیز اخلاقی تربیت ہے۔ احقر کے نزدیک تربیت اخلاق کے لیے مندرجہ ذیل تین تدابیر فوری طور پر اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔

(الف) اساتذہ اپنے درس میں اور درس کے باہر بھی طلبہ کی اخلاقی تربیت کا فریضہ اپنے دیگر فرائض کی طرح انجام دیں اور اپنے قول و عمل سے اسلاف کا نمونہ پیش کریں۔

(ب) ہفتہ اور دیگر بڑی چھوٹی تعطیلات میں طلبہ کو ترغیب دی جائے کہ کسی متبع سنت کی خدمت و صحبت میں کچھ وقت گزارا کریں۔

(ج) اور جن کو یہ مواقع میسر نہ ہوں تو وہ اپنی تعطیلات کا کچھ وقت اور کچھ ایام تبلیغی جماعت میں لگائیں۔

(۲) ایک چیز جو سب سے زیادہ اہم ہے۔ یہ ہے کہ آج ہمارے

---

[۱] کذالک [۲] کذالک

[۳] یہ مضمون اگرچہ قدرے تفصیل سے پہلے آگیا ہے۔ تاہم باب کی مناسبت سے تکرار کیا گیا ہے۔ از مرتب عفی عنہ

ان مدارس کو طرح طرح کے فتنوں اور بے شمار الجھنوں کا سامنا ہے۔ جن کے لئے ممکنہ تدابیر اختیار کرنی چاہئیں۔ لیکن یہ کبھی نہ بھولنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت و حمایت کے حصول کا سب سے مؤثر ذریعہ تقویٰ اور اخلاص ہے۔ آیت مبارکہ ہے وَمَن يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا۔ الآیۃ ویرزقہ من حیث لا یحتسب۔ الآیۃ۔

آیت مبارکہ میں ہمارے مدارس کے بھی تمام مسائل کا حل موجود ہے۔ لہٰذا اس وعدہ خداوندی کے حصول کے لئے تمام مدارس کے منتظمین اور اساتذہ کرام کا فرض ہے کہ وہ تقویٰ، اخلاص، زہد و توکل اور استغناء کو سب سے پہلے شعار بنائیں۔

۳۔ نظم و نسق اور باہمی تنظیم۔

۱۔ مدرسوں کا نظم و نسق مثالی ہونا چاہیئے۔ ہر کام میں شائستگی، سلیقہ اور صفائی ستھرائی اگر ہوگی تو دینی تعلیم میں کشش پیدا ہوگی۔ اور ابنائے زمانہ کا رجوع ان مدارس کی طرف زیادہ ہوگا۔

۲۔ ہر مدرسہ میں اپنے حالات کے مطابق ضابطے جو مقرر کرے۔ پھر جو ضابطے مقرر ہو جائیں۔ ان کی تعمیل ہر خورد و کلاں سے کرائی جائے اور کسی سفارش یا منت سماجت کا ہرگز لحاظ نہ کیا جائے۔ ورنہ بے شمار فتنے پیدا ہوتے رہیں گے۔ [1]

دوران تعلیم زندگی کیسے گزاریں
وقت کے تقاضے اور ذمہ داریاں

خطبہ مسنونہ اور افتتاح ترمذی شریف کے بعد!

طالب علم کی بڑی شان ہے اور علم کا بڑا مقام اور رتبہ ہے۔ حدیث مبارک میں آتا ہے کہ ایک قوم کسی بیت میں جمع ہو جائے

ما اجتمع قومٌ فی بیتٍ من بیوت اللہ ..... الخ

اللہ کے لئے ذکر کے لئے جمع ہوتے ہیں تو عرش، کرسی اور آسمانوں کے فرشتوں کے سامنے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

اے فرشتو! یہ میرے بندے ہیں۔ میرے اس گھر میں جمع ہوئے ہیں۔ مگر تم تو کہا کرتے تھے۔

أتجعل فیہا من یفسد فیہا ویسفک الدماء (القرآن)

مگر یہ تو دین سیکھنے کے لیے مختلف اطراف سے آ کر یہاں جمع ہو گئے ہیں اور اس گرمی میں اور ان تکالیف میں یہ لوگ دین سیکھنے کے لئے اپنے آپ کو وقف کیے ہوئے ہیں۔

میرے محترم بزرگو! دنیا کا ایک معمولی صدر اگر کسی کا ذکر اپنی مجلس میں کردے تو وہ اس پر کتنا فخر کرتا ہے۔

علم کے ساتھ عمل ضروری ہے:

اتنا عرض کردوں کہ علم اور اہل علم کی قدر یہ ہے۔ یہ اس وقت تک ہے جب کہ علم کے ساتھ عمل بھی ہو، فرائض و واجبات تو ہوں گے ہی سنن و مستحبات بھی ادا ہوں گے۔ آپ سے کیا عرض کروں۔

مثلاً: یہ دارالعلوم اس پر گیارہ لاکھ روپے خرچ ہوتے ہیں اور اس کے مختلف شعبوں میں یہ خطیر رقم قوم اس مدرسہ کو دیتی ہے کہ اس میں دین کی کچھ خدمت ہوتی ہے۔

یہ آپ کو معلوم ہے کہ اگر ہم اور آپ گھروں میں بیٹھ جائیے تو کوئی دو چار دن بھی کھانا نہیں کھلائے گا۔ ہمارا بھائی کیوں نہ ہو۔ باپ کیوں نہ ہو۔ کیا مفت کھانا دے گا۔

مگر آپ کو قوم عزت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ اس وجہ سے نہیں کہ تم فقراء ہو اور ان کو کھانا بانٹنے کی کوئی اور جگہ نہیں مل رہی ہے۔ بلکہ ان کے اپنے گھروں میں ضرورت مند ہوتے ہیں۔ بھوکے ہوتے ہیں۔ آس پاس بھوکے پیاسے موجود ہیں۔ مگر ان کا آپ کا حسن ظن ہے۔ نیک گمان ہے کہ یہ باعمل لوگ ہیں۔ دین سیکھنے والے ہیں۔ اگر انہیں یہ پتہ چل جائے کہ یہ لوگ بھی ہماری طرح اہل دنیا ہیں تو صاف کہہ دیں گے کہ جائیے اپنا کام کیجئے۔

خواص کے ترک سنت سے عوام کا احساس:-

میں اپنی مسجد میں تھا۔ ایک طالب علم دو مہمان لے کر آیا۔ تو ایک شخص نے کہا کہ میں کچھ رقم مدرسہ کے لئے لایا ہوں۔ مگر اب لانے پر خفا ہوں اور پچھتا رہا ہوں کہ مسجد میں نماز پڑھنے گیا تو امام صاحب نے پگڑی نہیں باندھی تھی اور قدمین کے درمیان فاصلہ چار انگلیوں سے زیادہ تھا۔

تو دیکھئے پگڑی باندھنا امامت کے دوران فرض نہیں۔ واجب نہیں، سنت موکدہ نہیں۔ لیکن فضیلت اور استحباب تو ہے نا۔

اسی طرح وہ شخص پیشانی پر بل لیے ہوئے آیا اور مجھے بھی گھور گھور کر دیکھا تھا کہ یہ کیسے لوگ ہیں کہ یہ مستحبات کے تارک ہیں۔

تو میں نے اندازہ لگایا اور آپ بھی لگالیں کہ قوم کو ہمارے اوپر کتنا اچھا گمان ہے۔ تو قوم جب یہاں آتی ہے تو دارالعلوم کے ساتھ کچھ

---

[1] خطبہ استقبالیہ از مولانا عبدالحق رح منتخبات ماخوذ از الحق جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ۔

بھلائی کرتی ہے تو اس وجہ سے کہ یہاں تو سب قطب اور غوث بیٹھے ہوں گے۔ یہ سب فرائض، واجبات تو کیا مستحبات اور سنن کی اشاعت کرنے والے ہوں گے۔ یہ ان کی توقع ہوتی ہے آپ سے۔

حسن ظن کا عجیب واقعہ:

میرے پاس کچھ عرصہ قبل ایک فوجی سپاہی آیا اور مجھے ایک طرف کر کے دارالعلوم کے لئے کچھ دینے لگا۔ شاید سوا روپیہ تھا یا اس سے کچھ زیادہ ہوگا۔ دینے میں شرما رہا تھا اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے کہا۔ مولوی صاحب! یہ رقم بہت حقیر ہے۔ تم محسوس نہیں کروگے۔ مگر ایسے شخص نے رقم بھیجی ہے کہ اس نے ایک وقت کا کھانا نہیں کھایا، اور اسے بچا کر آپ کے پاس بھیج دیا ہے کہ طالب علموں پر خرچ ہو۔ میں سمجھا کہ وہ صاحب یہ خود ہی تھے۔ لیکن اس کو راز رکھنا چاہتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء
اللہ تعالیٰ سے علماء ڈرتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ اس دور میں اللہ سے ڈرنے والے یہی لوگ ہیں۔

علماء کا طرز عمل:

آپ کا سارا وقت علم میں، عمل میں، عبادت میں خرچ ہو۔ جب آپ کسی راستہ سے گزریں تو لوگ کہیں، سبحان اللہ۔ یہ فرشتے ہیں یا انسان۔ لوگ تمہیں بڑی خطیر رقم کی پیش کش کریں گے کہ ہمارے ہاں جاکر درس و تدریس کرو۔ ہر طرف تمہاری مانگ بڑھ جائے گی، لیکن یہ سب اس وقت ہے جب تمہارا وقت ضائع نہ گزرے۔ علم کے ساتھ عمل ہو۔ سارا وقت اسی میں صرف ہو جائے۔
واللہ ھو الموفق۔

مستحب کی اہمیت

خواص امت کے لئے مستحب، پھر بھی عمل لازمی ہے۔ یہ لوگ نہیں مانتے تم کہہ دو کہ بابا یہ تو مستحب ہے۔ کہے گا ٹھیک ہے کہ یہ مستحب ہے۔ مگر خواص کو تو مستحب بھی نہیں چھوڑنا چاہیئے۔
جیسے حضرت جنید بغدادیؒ نے انتہائی تکلیف اور علالت کی حالت میں مستحبات پر عمل کیا تو لوگوں نے کہا کہ حضرت ایسی حالت میں تو مستحبات ترک فرما دیں، تو آپ نے فرمایا کہ ان مستحبات نے تو یہ درجہ دیا ہے۔ اب مرتے وقت مستحبات کو کیوں چھوڑیں [1]

طالب علم کے لئے آنے کا مقصد:

آپ سب یہاں علم حاصل کرنے آئے ہیں۔ ماں باپ نے تمہیں علم کے حصول کے لیے یہاں بھیجا ہے۔ مگر یہ لازمی ہے کہ آپ سب متفق رہیں۔ آپس میں جھگڑے نہ ہوں۔ باہمی اختلافات نہ ہوں۔ ایک دوسرے پر قربان ہوتے ہوں۔ ایک دوسرے کی غیبت اور برائی نہ ہو اور اپنے اساتذہ کا ادب ہو

ادب، برکت علم

علم ادب ہی سے آتا ہے۔ استاد کا ادب اور خدمت کرنے سے اللہ تعالیٰ علم دے گا۔ اگر استاد کا ادب اور خدمت نہ ہو تو علم بھی نہ ہوگا۔ پھر یہاں استاد کی خدمت کون سی مہنگی ہے سوائے اس کے کہ استاد کا احترام ملحوظ رکھا جائے۔ ہم دیوبند میں ہوتے تھے تو جس راستہ پر سامنے سے استاد آجاتا تو ہم راستہ چھوڑ کر ایک طرف ہو جاتے کہ کہیں استاد کے احترام اور عظمت کے خلاف نہ ہو جائے ان کی عظمت، ادب اور احترام کی وجہ سے راستہ چھوڑ دیتے تو یہ باتیں آپ کو بھی ملحوظ رکھنی چاہئیں۔

سنت کی اہمیت

سنت پر عمل کرو، باہر جاکر کیسے کہہ سکوگے کہ سنت سے محبت ہے جب کہ منکرین حدیث سے تمہارا پالا پڑ جائے گا۔ سنت پر عمل کرنے کی برکت سے آپ کے علم میں خیر و برکت ہوگی۔ (انشاء اللہ)
اللہ تعالیٰ آپ کو ان قواعد شرعیہ پر کاربند رہنے کی توفیق بخشے۔ دنیا و عقبیٰ دونوں بہتر کرے۔ اور سب کو علم باعمل نصیب فرمائے۔
واخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین۔

دنیوی تعلیم کی مضرت:

ایک شخص نے اپنے بچے کو دینی تعلیم کے بجائے دنیاوی تعلیم دلائی۔ اعلیٰ ڈگری حاصل کرنے کے بعد وہ ڈی۔سی بن گیا۔ ایک روز اس کا باپ اس سے ملنے کے لیے گیا۔ پھٹے پرانے، میلے کچیلے

---

[1] یہ اس وقت فرمایا جب کہ نزع کے عالم میں انھوں نے تسبیح ہاتھ میں لے لی۔ اور مریدین نے لینا چاہی۔ از مرتب عفی عنہ
[2] مدارس عربیہ کے طلبہ سے ارشادات طیبہ بموقعہ افتتاح ترمذی شریف ذی قعدہ ۱۴۰۲ھ

کپڑے پہن رکھے تھے جیسے دیہاتوں میں ہوتا ہے۔ دروازہ پر کھڑا ہے پولیس نے اسے روک لیا کہ تم کون ہو۔ ڈی۔سی کی نظر پڑ گئی تو دیکھا کہ یہ میرا باپ ہے۔ کھدر کا کرتہ اور پاجامہ پہن رکھا ہے۔ پرانی وضع کا آدمی ہے۔ غیر مہذب ہے تو یہ لوگ میرا مذاق اڑائیں گے۔ تو اس نے چپڑاسی سے کہا کہ اس آدمی کو باہر بیٹھاؤ۔ یہ گھر کا نوکر ہے۔ اور کہو کہ صاحب فارغ نہیں ہیں۔ وہ بھی بڑا حاضر جواب تھا۔ اس نے دروازے میں سے آواز دے کر کہا کہ ہاں! میں تیری ماں کا نوکر ہوں۔ یہ کہہ کر چل دیا۔ آپ سے عرض کرتا ہوں کہ ادب دینداروں میں ہے یا بے دینوں میں لے

علم دنیا اور علم دین میں تقابل:۔

خلاصہ یہ ہے کہ علم دنیا سے کیا غرض ہے؟ اس کا تعلق خالص ہماری دنیوی زندگی سے ہے کہ اس کے ذریعہ راحت، آسائش حاصل کی جائے۔

جبکہ علم دین سے مقصود ابدی نعمتوں اور اللہ کی خوشی کا حصول ہے۔ دنیوی علوم صرف دنیاوی زندگی تک بعض اوقات مفید ہیں اور دینی علوم دنیا و آخرت کی زندگی تک وسیع ہے۔ دنیوی علوم پڑھ کر آخرت سے غفلت، لاپرواہی، بے دینی بے ادبی حاصل ہوتی ہے۔ جب کہ علوم دینیہ سے آخرت کی طرف شوق کا بڑھنا، احساس ذمہ داری اور ادب حاصل ہوتا ہے۔

علوم دینیہ سے انسان اپنی حقیقت بھی بھول جاتا ہے۔ دوسروں کا تو کہنا کیا؟ جب کہ علوم دینیہ پڑھ کر احساس اور شعور پیدا ہوتا ہے۔ اور اپنے اوپر عائد ہونے والے فرائض کی ادائیگی کی کوشش کرتا ہے۔ علوم دنیویہ سے ضلالت و گمراہی پھیل جاتی ہے۔ جبکہ علوم دینیہ سے واضح اور سیدھا راستہ نصیب ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ علوم دینیہ سے اللہ تعالیٰ کی معرفت نصیب ہوتی ہے۔ جب کہ علوم دنیویہ سے اس کی طرف توجہ تک بھی نصیب نہیں ہوتی۔ الا ماشاء اللہ لے

ایک سوال پھر باقی رہ جاتا ہے کہ علم دنیوی نے انسان کو انسانیت دی ہے یا نہیں؟ آیئے ہم سارے یورپ پر نظر ڈالیں، اس کی بڑی بڑی یونیورسٹیوں کو دیکھتے ہیں۔ ان سب کا منبع علم دیکھیے۔ بس یہی ہے کہ انسان یہاں کی چندروزہ زندگی خوش عیشی اور خوش حالی میں گزارے۔ گندم کی روٹی کی جگہ ڈبل روٹی کھایئے۔ اخلاق کی کتنی تہذیب کر دی؟ اس علم نے انسان کی روح کو کیا دیا اس علم نے ہماری روح کو کتنا سکون و اطمینان بخشا۔ اس کے نتائج سارے عالم میں دیکھ سکتے ہیں۔ یورپ کے سارے علم و سائنس کا خلاصہ انسانیت کی ہلاکت ہے۔

مذہب اور مادیت کی دوڑ:

مادیت پچاس میل کی رفتار سے دوڑ رہی ہے اور مذہب سو میل کی رفتار پر آگے جا رہا ہے اور اپنی صداقت و حقانیت اور اپنی ضرورت و اہمیت ثابت کرتا جاتا ہے۔

خلاصۃ الخلاصہ:۔

دین و دنیا کے علوم میں یہ فرق ہے کہ دین بندہ کو معبود سے ملاتا ہے اور دنیوی علم بندہ کو معبود سے دور کرتا ہے۔ الا ماشاء اللہ

آخر میں سے اللہ تعالیٰ حضرت کی بال بال مغفرت کاملہ فرما کر پس ماندگان کو صبر جمیل پہ اجر جزیل عطا فرمائے اور حضرت کے فیوض و برکات رہتی دنیا تک قائم و دائم فرمائیں اور آپ کے صدقہ جاریہ (بشکل دارالعلوم حقانیہ) سے امت مرحومہ کی دینی پیاس دین حاصل کرنے والوں کے لیے آسان فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت کے درجات کو بلند فرما کر جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائیں۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

علم چوں بر دل زنی یارے شود

علم چوں بر تن زنی مارے شود

لے یہ عام اثرات بیان کیے گئے ہیں۔ اس کے برخلاف ہونا بھی بعض صورتوں میں مفید ہوتا ہے۔ الا ماشاء اللہ